OPEN ACCESS
Al-Duhaa
﴾Journal of Islamic Studies﴿
ISSN (print): 2710-0812
ISSN (online): 2710-3617
www.alduhaa.com

Al-duhaa, Vol.:2, Issue: 2,July-Dec 2021
DOI:10.51665/al-duhaa.002.02.0092, PP: 95-112

عالمی منشور برائے انسانی حقوق 1948ء کی روشنی میں اسلام کے تصورِ غلامی پر اعتراض کا تحقیقی جائزہ

A research review of objection to the concept of slavery of Islam in the light of the Universal Declaration of Human Rights 1948

Published: 25-09-2021
Accepted: 26-08-2021
Received: 25-07-2021

Dr Burhan Ud Din
Assistant Professor Department of Islamic studies
Government Post Graduate Jahanzeb College Saidu Sharif Swat.
Email: burhanuddinjcs@gmail.com

Arsala Khan
Assistant Professor Department of Islamic studies
Government Degree College Kabal Swat.
Email: arsalaswat@yahoo.com

Abdur Rahim
Assistant Professor Department of Islamic studies
Government Post Graduate Jahanzeb College Saidu Sharif Swat.
Email: abdurrahimswati75@gmail.com

Abstract

The history of slavery is very old. In which three types are very famous. Sell a freelance person, making slavery to a person resulting in a loss, and the prisoners arrested in the war were enslaved. Islam eliminated the first two types and the third case as an option left. On December 10th, 1948 UN passed the Universal Declaration of Human Rights, which includes the right to human rights with other rights. Any type of slavery was prohibited. In the light of this universal charter, objections to Islam's concept of slavery began to be raised. What is the validity of the objections in the light of the Universal Declaration of Human Rights 1948 raised against the Islamic concept of slavery? the methodology adopted for this research is to examine the contents of the Universal Declaration of Human Rights from an Islamic point of view. In the same way, a true Islamic, rational and logical examination of the concept of slavery of Islam has been presented. There is also a wise law about slaves in the universal system that Islam has given to the world. Slavery in the name is left,

CC BY

otherwise, all their rights are in no way less than free human beings. In case of any kind of abuse, they could have approached the Islamic court and got justice.

***Keyword**: Quran , Muhammad S.A.W, UDHR ,Slave, Jail ,Murder, Rights, West,*

تعارف:

غلام کے لیے عربی میں "عبد" اور انگریزی میں "Slave" کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ "عبد" مملوک اور غلام کو کہا جاتا ہے جو "حُر" "آزاد انسان کے مقابلے میں آتا ہے [1]۔

امام سیبویہ رحمہ اللہ [2] فرماتے ہیں کہ لفظِ "عبد" اصل میں صفت ہے لیکن اس کا استعمال دیگر اسماء کے طرح کیا جاتا ہے۔ جس کے جمع "اعبُد، عَبِید، عباد اور عُبُد" آتے ہیں [3]۔

"انسانی حقوق" کی موجودہ اصطلاح زیادہ پرانی نہیں بلکہ اس اصطلاح نے اُس وقت زیادہ شہرت حاصل کی جب جنگ عظیم اول ودوم میں انسانی جانوں کو ایک عظیم دھچکا لگا تھا اور بہت بڑی تعداد میں انسانی جانوں کو نا قابل تلافی نقصان پہنچا تھا۔ چنانچہ اس تناظر میں 10 دسمبر 1948ء میں اقوامِ متحدہ کے عالمی فورم پر "انسانی حقوق کا عالمی منشور" کے نام سے ایک منشور پاس ہوا جو کہ 30 دفعات پر مشتمل ہے۔ جس میں فرد کی آزادی، معاشرے کے افراد میں مساوات اور معاشرے میں عدل وانصاف کے قیام کے بارے میں بار بار اعادہ کیا گیا ہے۔ اور جسے آج کی دنیا "انسانیت کا معیار" قرار دے کر بڑے زور وشور سے اس کی تشہیر کر رہی ہے۔

اس منشور میں انسانی حقوق کے احترام کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے اور اس بات پر بہت زور دیا گیا ہے کہ انسان کو اُس کے بنیادی حقوق ملنے چاہئیے تمام انسانوں کو بلاامتیاز اُن کے جائز حقوق دینے میں تامل نہیں کرنا چاہئیے۔ اور ان حقوق کی ادائیگی میں رنگ، نسل، زبان، جنس اور مذہب کی تمیز روا نہیں رکھنی چاہئیے۔

عالم اسلام کے اکثر ممالک اقوام متحدہ کے رکن ہونے کی حیثیت سے اُس کے معاملات، پاس کردہ قوانین اور نافذ کردہ فیصلوں میں برابر کے شریک ہیں۔ اس منشور میں ایک دفعہ "غلامی" سے متعلق ہے کہ

"کسی کی آزادی سلب کرکے غلام یا لونڈی نہیں بنایا جائے گا۔ غلامی اور انسانی تجارت کی ہر ممکنہ صورت ممنوع ہے" [4]

چونکہ آزادی انسان کا بنیادی حق ہے اس وجہ سے عالمی منشور برائے انسانی حقوق کے آڑ میں غلامی کے حوالے سے مغربی دنیا اسلام پر اعتراض کرتی ہے کہ ہم غلامی کا خاتمہ چاہتے ہیں، اور مسلمان بھی اس بارے میں ہم سے متفق ہوں لیکن عملاً مسلمان دنیا میں "غلامی" کا تصور دیتا ہے۔ اور وہ اس طرح کہ آج بھی مسلمان اپنے اداروں میں قرآن کی وہ آیات اور احادیث پڑھا رہے ہوں جس میں "غلامی" کا تصور موجود ہیں جیسے : :

"وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۚ... الآیۃ" [5]

"اسی طرح قُرآن میں ہے کہ :

"اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۚ" [6]

"یعنی قرآن، حدیث اور فقہ میں مسلماغلام بنانے والی ذہنیت کا درس اب بھی دیتے ہیں۔اسی وجہ سے فقہ میں "مکاتب"، "مدبر" "اور" "ام ولدہ" (تفصیل آگے آرہی ہے) جیسے عنوانات پڑھاتے ہیں۔

اس بات پر مغرب بھی متفق ہے کہ "عالمی منشور برائے انسانی حقوق" کے حوالے سے تو مسلمان ظاہراًغلامی کے خاتمے پر ہمارے ساتھ کھڑے ہیں لیکن ذہن کے اعتبار سے آج بھی مسلمان "غلامی" کے خاتمے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ سواس کا جواب یہ ہے کہ اس میں شک نہیں ہے کہ مسلمان عملاً (جسے مغرب ظاہراً کہتے ہیں) غلامی کا خاتمہ چاہتے ہیں۔اور اس کا عملی ثبوت یہ ہے کہ جہاں بھی اسلامی دنیا نے اپنے دفاع کے لیے جتنی بھی جنگیں کی ہیں کسی ایک جنگ میں بھی مسلمانوں نے کسی ایک فرد مخالف کو بھی غلام نہیں بنایا ہے۔ کشمیر، فلسطین، روسی استعمار کے وقت افغانستان وغیرہ میں کب سے آزادی کی جنگیں لڑی جاتی ہیں لیکن کہیں بھی یہ واقعہ پیش نہیں آیا ہے۔ کہ کسی کو غلام یا لونڈی بنایا گیا ہو۔

واضح رہے کہ اُن کا اصل اعتراض یہ نہیں کہ مسلمانانِ عالَم عالمی منشور کے اُس دفعے کے مخالف ہیں جس میں غلامی کے خاتمے کی بات ہے کیونکہ اس لحاظ سے تو موجودہ دنیا کے تمام مسلمان متفق ہیں کہ اب کسی کو غلام یا لونڈی نہیں بنایا جائے گا بلکہ اعتراض یہ ہے کہ ذہناً مسلمان اب بھی "غلامی" کے تصور پر ڈٹے ہیں جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بار بار غلام، مدبر، مکاتب اور ام ولد جیسے اصطلاحات آج بھی موجود ہیں جسے مسلمان کسی بھی صورت میں چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ وہ یہ چاہتے ہیں کہ مسلمان اپنے شرعی قوانین میں ترمیم کرکے قرآن، حدیث اور فقہ اسلامی سے غلامی کے متعلق جملہ آیات، احکام اور مواد نکالیں یا کم از کم اُنہیں پڑھانا چھوڑ دیں۔ تاکہ دنیا کے دیگر اقوام کے ساتھ ایڈجسٹ ہوسکیں۔

ایک مسلمان ہونے کے ناطے ہر مسلمان کا یہ ایمان ہے کہ اللہ تعالی کے احکامات اور نبی علیہ السلام کے فرامین میں ترمیم کرنے یا اُسی ختم کرنے کا اختیار کسی بھی فرد، سوسائٹی یا اتھارٹی کے پاس موجود نہیں۔ چاہے کتنا بڑا مدرسہ ہو، دارالعلوم ہو، یونیورسٹی ہو کسی کو بھی یہ اختیار نہیں ہے۔اور مغرب کا یہ اعتراض کوئی نیا نہیں ہے بلکہ ان کے اباء واجداد نے آج سے پندرہ صدی پہلے یہی بات کہی تھی جیسا کہ قُرآن میں ہے: :

"وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ ؕ"[7]

"اور جب ان کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو جن لوگوں کو ہم سے ملنے کی امید نہیں وہ کہتے ہیں کہ (یا تو) اس کے سوا کوئی اور قرآن (بنا) لاؤ یا اس کو بدل دو"

یہ اُن لوگوں کی بات تھی لیکن اللہ کے رسول ﷺ نے اللہ تعالی کے ارشاد کو جواب کے طور پر ارشاد فرمایا:

"قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ "[8]

" کہہ دو کہ مجھ کو اختیار نہیں ہے کہ اسے اپنی طرف سے بدل دو"

دیکھیے یہاں اللہ کے رسول کو بھی یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالی کے احکامات میں ردوبدل لائیں۔ تو دوسرا کون قرآنی تعلیمات میں تبدیلی کا مجاز ہوسکتا ہے؟۔ معلوم ہوا کہ قیامت تک کے انسانوں کے لیے ایسے سوال کرنے والوں کا بس یہی:

"قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ "[9]

جواب ہوگا۔قرآن نے صرف اسی پر بس نہیں کیا بلکہ آگے فرمایا: " اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۚ[10] "میں تو اسی حکم کا تابع

ہوں جو میری طرف آتا ہے"[1] ۔میں صرف وحی الٰہی کا پابند ہوں کیونکہ میں ایسی کوئی بات نہیں کہہ سکتا جس کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت نہ ہو کیونکہ :

" اِنِّیْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ "[11]

"اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو میں بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہو"

قیامت کے دن اس کی جواب دہی ہو گی۔اب اُن کے اعتراض کی طرف آتے ہیں۔کہ اقوام متحدہ کے رکن ممالک ہونے کے ناطے تم سب پر لازم ہے کہ اس کے منشور پر مِن وعَن عمل کریں۔اس وجہ سے اب کیوں یہ موضوع علمی طور پر آپ لوگ باقی رکھے ہوئے ہیں؟ کفارات،استیلاد، مکاتبت اور تدبیر کے مسائل کیوں مسلمانوں کے نصاب میں داخل ہیں؟اس کے جواب میں یہ کہا جائے گا کہ غلامی اپنی اصلی حقیقت میں کیا ہے ؟اور اس حوالے سے اسلام کا مؤقف کیا ہے؟

نبی علیہ السلام نے جب نبوت کا اعلان کیا تو اُس وقت کسی بھی انسان کو غلام بنانے کے تین طریقے تھے۔

1۔ کسی طاقت ور انسان نے کمزور کو پکڑ کر زبردستی غلام بنالیا۔آج کل کی اصطلاح میں اسے "بردہ فروشی "کہا جاتا ہے۔صحابہ میں سیدنا زید بن حارثہ اور سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہما ایسے ہی طریقے سے غلام بنائے گئے تھے۔آج بھی دنیا کے بعض علاقوں میں کسی کو "اغوا" کرکے آگے بیچ دیا جاتا ہے

2۔دوسرا طریقہ یہ ہوتا تھا کہ کسی انسان سے کوئی گناہ سرزد ہو جاتا، یا اُس کے ذمے کسی کا کوئی "تاوان" ہوتا تو اپنے اپنے عدالتی نظام (پنچائیت، تحکیم، قضا یا عدالت) کے تحت اُس شخص کو سزا کے طور پر غلام بنا دیا جاتا تھا۔اور ایسا بھی ہوتا تھا کہ کوئی بندہ (قرض وغیرہ کی وجہ سے) مجبور ہو کر اپنے آپ کو کسی کی غلامی میں دے دیتا کہ چونکہ بروقت میں آپ کا قرض نہیں چکا سکا اس وجہ سے مجھے غلام بنا کر بیچو اور اپنا قرضہ وصول کرو یا اپنے پاس رکھ کر مجھ سے کام لو۔اسی طریقے کا ذکر بائبل میں بھی ہے۔

3۔ تیسرا طریقہ یہ تھا کہ جنگ میں مخالف فریق کے آدمی گرفتار ہوتے اُن کے متعلق فاتح قوم کی خواہش کے مطابق فیصلہ کیا جاتا۔ یا تو کچھ رقم لے کر چھوڑ دیا جاتا یا اُسے قتل کیا جاتا یا اُسے اپنے جنگی قیدی سے تبادلہ کرکے اُن کے حوالے کیا جاتا اور یا اُسے قید کرلیا جاتا۔پھر دو ہی صورتیں ہوتی تھیں یا قیدی بنالیا جاتا (اسی صورت میں چونکہ اُس زمانے میں اجتماعی قید خانے نہیں ہوا کرتے تھے اس وجہ اُن قیدیوں کو مختلف لوگوں میں تقسیم کر دیا جاتا تھا۔اور وہی لوگ پھر اُن سے اپنی خدمت لیتے تھے) اور یا غلام بنالیا جاتا یعنی یا جیل کا قیدی ہوتا اور یا گھر کا[12]۔

اب ہم اعتراض کے طرف آتے ہیں۔کہ اسلام نے غلامی کا تصور دیا ہے یا نہیں؟ تو پہلی دو صورتیں تو اسلام نے قطعاً بند کردیں۔بردہ فروشی اور کسی کو تاوان میں غلام بنانے کو حرام قرار دیا۔جیسا کہ نبی علیہ السلام کا ارشاد مبارک ہے:

" عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ : قَالَ اللَّهُ ثَلاَثَةٌ أَنَا

خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَجُلٌ أَعْطَى بِي ثُمَّ غَدَرَ وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَأَكَلَ ثَمَنَهُ وَرَجُلٌ اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا فَاسْتَوْفَى مِنْهُ وَلَمْ يُعْطِ أَجْرَهُ[13]"

"ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تین طرح کے لوگ ایسے ہوں گے جن کا قیامت کے دن میں مدعی بنوں گا، ایک وہ شخص جس نے میرے نام پر عہد کیا اور وہ توڑ دیا، دوسرا وہ شخص جس نے کسی آزاد انسان کو بیچ کر اس کی قیمت کھائی اور وہ شخص جس نے کوئی مزدور اجرت پر رکھا، اس سے پوری طرح کام لیا، لیکن اس کی مزدوری نہیں دی"

اس حدیث میں "بردہ فروشی" کی صریح ممانعت آئی ہے۔اور یہ کوئی آج کا حکم نہیں بلکہ آج سے پندرہ سو سال پہلے دیا گیا ہے جس پر مسلمان پندرہ سو سال پہلے سے عمل کرتے چلے آرہے ہیں۔

اس کے مقابلے میں غلامی کو ختم کرنے کے نام نہاد دعوے داروں کا یہ حال تھا کہ صرف ایک صدی پہلے تک اُن کے انسانوں کی منڈیان لگتی تھیں۔بلکہ امریکہ میں تو گزشتہ صدی میں یہ بحث عام تھا کہ غلامی جائز ہے یا ناجائز؟امریکہ کے شمال میں اٹلانٹا کے میدان میں جنگ کے بعد جب جنرل رابرٹ ایڈورڈلی نے ہتھیار ڈالے۔تواسی جنگ کے زمانے میں امریکہ کے دانشوروں نے غلامی کے جواز پر دلائل دیتے ہوئے کتابیں لکھیں۔1964ء تک امریکہ میں افریقی نسل کے لوگوں کے لیے ووٹ دینے کا حق نہیں تھا پھر ایک طویل عدالتی جنگ کے نتیجے میں وہ اس حق کے مستحق ٹھہرے۔تو جیسا کہ اوپر بتایا گیا کہ اسلام نے سب سے پہلے غلامی کے ختم ہونے کا حکم دیا ہے۔لہٰذا اس بارے میں مغرب کا پروپیگنڈہ حقائق کے منافی اور جھوٹ پر مبنی ہے۔

غلام بنانے کا جو تیسرا طریقہ ہے اس کو اسلام نے بطور ایک آپشن باقی رکھنے کی اجازت دی ہے۔کہ اسلام نے کسی جنگ میں آئے ہوئے قیدی کو غلام بنانے کو ضروری قرار نہیں دیا بلکہ اس کو حالات اور افراد پر چھوڑا ہے کہ وہ: کسی جنگی قیدی کو غلام بنانا چاہتے ہو، قتل کرنا چاہتے ہو، قیدی کے تبادلے کی صورت میں دینا چاہتے ہو، فدیہ لے کر اُسے چھوڑ دینا چاہتے ہو یا بالکل مفت میں چھوڑ دینا چاہتے ہو یہ سب طریقے وقت اور حالات کو دیکھ کر اختیار کئے جا سکتے ہیں۔اور ان طریقوں کے بارے میں اللہ جل شانہ فرماتے ہیں:

"فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً حَتَّىٰ تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا[14]"

"پھر اس کے بعد یا تو احسان رکھ کر چھوڑ دینا چاہیئے یا کچھ مال لے کر یہاں تک کہ (فریق مقابل) لڑائی (کے) ہتھیار رکھ دے"

اگر مغرب کے اس دعویٰ کو دیکھا جائے کہ ہم ہی نے غلامی کو ختم کیا ہے تو عجیب سا لگتا ہے کیونکہ اُن کے ہاں تو ماضی قریب میں بھی غلام بنانے کا قانون موجود تھا۔امریکہ میں افریقہ سے بحری جہاز بھر بھر کر انسانوں کو لایا جاتا تھا اور امریکہ منڈیوں میں بیچ دیا جاتا تھا۔امریکہ میں باقاعدہ غلاموں کی منڈیاں لگتی تھیں۔آزاد انسانوں سے غلام بنانے کا دستور تو اُن کے ہاں ابھی سو سال ہی گزرے کہ ختم ہوا۔بلکہ غلامی کے جواز و عدم جواز پر باقاعدہ بحث چلتی رہی۔اٹلانٹا کا میدان جہاں شمال و جنوب کی جنگ ہوئی اور جہاں جنرل رابرٹ ایڈورڈلی نے ہتھیار ڈالے تھے، بہت مدت تک امریکی دانشوروں کی اس بحث کی آماجگاہ بنی رہی جس میں اُنہوں نے غلامی کے جواز پر دلائل سے بھری کتابوں کی کتابیں لکھ ڈالے۔انسانی آزادی کے دعویٰ کرنے والے 1964ء تک

امریکہ میں رہنے والے والے افریقی نسل کو ووٹ کے حق سے محروم رکھتے تھے۔ گزشتہ حکومت میں جو خاتون وزیر خارجہ رہی، کونڈولیزارائس، اس کے باپ کو ووٹ دینے کا حق تب ملا جب اُس نے باقاعدہ عدالتی جنگ لڑ کر جیتی۔اور یہ اس لیے کہ اُس کا باپ افریقی نسل سے تعلق رکھتا تھا۔

اس سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کے مقابلے میں مغرب کا دعویٰ غلط ہے اسلام تقریباً پندرہ صدی پہلے غلامی کے تصور کی نفی کرتے چلا آرہاہے اور یہ لوگ حال ہی میں اس لعنت سے چھٹکارا پاگئے ہیں۔اس کے مقابلے میں اسلام نے غلام بنانے کے مذکورہ تین طریقوں میں دو طریقوں کو تو یکسر مسترد کرکے حرام قرار دیا جبکہ صرف ایک طریقے کو بطور آپشن کے برقرار رکھ دیا۔کہ اگر جنگی قیدی مسلمانوں کے ہاتھ آئیں تو اسے غلام بنانا ضروری نہیں ہے چاہے غلام بنائے چاہے سزائے موت دیں، چاہے اپنے قیدی کے ساتھ تبادلہ کرلیں، چاہے فدیہ لے کر چھوڑ دیں، چاہے قید خانے میں رکھ لیں چاہے رضاکارانہ طور پر چھوڑ دیں یا چاہے اُس سے ایسا کام لیں جو اُس کے بس میں ہو۔سورۃ القتال میں اللہ جلشانہ نےاسبارے میں یہ ہدایات فرمائی ہیں:

"فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا"[2]

پھر اس کے بعد یا تو احسان رکھ کر چھوڑ دینا چاہیئے یا کچھ مال لے کر یہاں تک کہ (فریق مقابل) لڑائی (کے) ہتھیار (ہاتھ سے) رکھ دے۔

مولانا زاہد الراشدی صاحب فرماتے ہیں:

"گویا اسلام میں جنگی قیدیوں کو غلام بنانا فرائض، واجبات یا مستحبات میں سے نہیں ہے یہ تو مباحات میں سے ہے اور ایسا کوئی بین الاقوامی معاہدہ قبول کرنا جس سے مباح پر اثر پڑے، اُس کے لیے اُس مباح کو چھوڑنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور ہم نے ایسا ہی کیا ہے۔ہم نے غلامی کی اس ایک صورت کو اس زمانے کے عرف کے حوالے سے قبول کیا تھا اور آج کے عرف کے حوالے سے اس ایک صورت سے بھی ہم نے عملاً دستبرداری اختیار کر لی ہے۔البتہ ایک بات سمجھنے کی ہے ایسا ہم نے اصولاً نہیں کیا بلکہ عملاً کیا ہے۔خدانخواستہ غلامی کے ایسے حالات دنیا میں پھر پیدا ہو جائیں تو ہم ان حالات سے نمٹنے کا راستہ کیوں بند کریں؟اصولاً ہم اپنے موقف پر قائم ہیں۔قرآن وسنت کی تعلیمات اصولاً اپنی جگہ پر قائم ہیں۔ہم احکام سے دستبردار نہیں ہوئے بلکہ تطبیق سے دستبردار ہوئے ہیں۔"[15]

چونکہ عرف کبھی بھی دائمی نہیں رہا ہے اسی طرح تعامل بھی ہمیشہ کے لیے نہیں ہوتا یعنی ابدی نہیں ہوتا یہ تو بدلتا رہتا ہے اس لیے جہاں اسلام کے احکام صریحہ، نص قطعی اور نص صریح متاثر نہیں ہوتا ہو وہاں مسلمان بین الاقوامی معاہدات کو قبول بھی کرتے ہیں اور اُن کا احترام بھی کرتے ہیں اس وجہ سے "غلام" بنانے کے اس تیسرے طریقے سے عملاً مسلمان "عرف" کے اعتبار سے دستبرداری اختیار کر چکے ہیں۔بلکہ بحیثیت مسلمان ہم آج بھی دنیا سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ گوانتانا موبے، ابوغریب

اور دیگر جیلوں کے قیدیوں سے بین الاقوامی معاہدات اور جنیوا کنونشن کے مطابق سلوک کیا جائے۔

ماضی قریب میں مغربی دنیا کی طرف سے مسلمانوں کو دھمکیاں دی گئی کہ ہم تمہیں پتھر کے دور میں واپس بھیج دیں گے اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسا ہو سکتا ہے کہ پتھر کا دور پھر واپس آجائے، یعنی امکانات کو پوری دنیا تسلیم کرتی ہے۔ایسی صورتِ حال میں مسلمانوں کا واضح موقف بھی یہی ہوگا کہ غلامی کی ایسی صورتحال رائج ہونے کے بعد اُن کے پاس احکامات موجود ہیں اُن احکامات سے مسلمان دستبردار نہیں ہوئے وہ اپنی جگہ موجود ہیں۔اب فرض کریں مغرب مسلمان پتھر کے دور میں واپس چلے گئےاور کسی جنگ میں مسلمانوں کے ہاتھ قیدی آگئے۔جن کو مسلمان اپنی سیاسی اور جنگی حکمت عملی کے تحت نہ تو ازاد کر سکتے ہیں نہ کسی قسم کے تبادلے میں چھوڑ سکتے ہیں اور نہ اُنہیں قتل کر سکتے ہیں۔تو پھر دو ہی صورتیں باقی رہ جاتی ہیں کہ یا تو اُنہیں اجتماعی طور پر کسی قید خانے میں ڈال دیا جائے یا اُنہیں مختلف خاندانوں کے حوالے کر دیا جائے۔

اس حوالے سے مولانا زاہد الراشدی لکھتے ہیں:

> یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ اس قیدی کے لیے ان میں سے بہتر صورت کون سی ہے َقید کی کوئی مدت بھی معین نہیں ہے۔اُس قیدی سے پوچھا جائے کہ وہ جیل میں رہنا چاہتا ہے یا کسی کے ساتھ گھر میں؟ مکمل غلامی چاہتا ہے یا نیم آزادی؟قیدی سے پوچھا جائے کہ وہ حقوق کے تعین کے ساتھ کسی کے ساتھ رہنا چاہتا ہے یا پھر بس جیل میں پڑا گلنا سڑنا چاہتا ہے؟ایک عورت کے لیے جیل میں سڑنا بہتر ہے یا حقوق کے تعین کے ساتھ کسی کے ساتھ رہنا بہتر ہے؟[16]

معلوم ہوا کہ اسلام نے بہت سے آپشنز کے بعد غلامی کی ایک صورت باقی رکھ کر دیگر صورتوں کو یکسر ختم کر دیا کہ تبادلے، سزائے موت نہ دینے کے بعد کسی قیدی کو جیل میں ڈال کر اس کی زندگی کو بالکل بے مقصد بنانے کے بجائے اسے حقوق کے تعین کے ساتھ کسی کے ساتھ رکھنا ہی اس کے بہترین مفاد میں ہے۔جہاں اُسے زندگی کے کچھ نہ کچھ حقوق تو میسر ہوں گے۔رہی یہ بات کہ اسلام نے اس غلام کے ساتھ حسن سلوک کا کیسا حکم دیا ہے اور اس سے بدسلوکی پر کیسی مذمت کی ہے۔ معمولی معمولی غلطیوں کی تلافی کے لیے غلاموں کی آزاد کرانے کا حکم دیا ہے۔قرآن، حدیث اور فقہ میں غلاموں کے مستقل احکام موجود ہیں۔

اسلام نے غلاموں کے حق کو بھی تسلیم کیا ہے

کوئی غلام یہ طاقت رکھتا ہو کہ اپنے آقا کو کچھ مال وغیرہ دے کر اُس کی رضامندی سے آزادی حاصل کرنا چاہے تو اسلام غلام کا یہ حق تسلیم کرکے اسے اس بات کی مکمل اجازت دیتا ہے۔پھر جب کسی بات پر دونوں کو اتفاق ہو جائے تو اسلام آقا اور غلام دونوں کو اُس پر ثابت قدمی کا حکم دیتا ہے۔غلامی سے آزادی حاصل کرنے کی کئی صورتیں ہیں جس کی اسلام مکمل اجازت دیتا ہے۔

اسلام نے غلامی کی رسم کو ختم کرنے کے لیے غلاموں کے حق کو بھی تسلیم کیا ہے کہ اگر وہ استطاعت رکھتا ہو کہ خود سے آزادی حاصل کر سکے تو اسے آزاد کرنے میں کوئی بندش یا قید نہ لگائی جائے؛البتہ غلاموں پر یہ شرط عائد کی جس بات پر آقا کی رضامندی ہو جائے اسے پورا کیا جائے اور آقا کو بھی چاہیے کہ اس کی آزادی کے تعلق سے جو بات طے پا جائے، اس پر ثابت قدم رہے،اس کی مختلف شکلیں تھیں،ان میں سے بعض درج ذیل ہیں:

امِّ ولد

کسی باندی سے آقا کے جنسی مباشرت سے اُسے حمل ہوگیا اور اُس نے زندہ یا مردہ بچہ جنا یا اُس کا اسقاط ہوگیا تو اب یہ باندی نہ بیچی جاسکتی ہے نہ ہی کسی کو تحفۃً دی جاسکتی ہے۔ اور اُسی مالک کے وفات کے بعد یہ باندی خود بخود آزاد ہو جاتی تھی۔ اور بچہ اپنے باپ کا وارث بن جاتا تھا۔ اسلامی ریاست اس بات کی ضامن ہوا کرتی تھی تمام خلفاء کے عہد میں یہ قانونی طور پر موجود تھا۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: "امہاتِ ولد کی بیع نہیں کی جائے گی، نہ انھیں فروخت کیا جائے گا اور نہ ہبہ کیا جائے گا اور نہ وراثت میں بانٹا جائے گا۔ آقا جب تک زندہ رہے، ام ولد سے تمتع کرتا رہے اور جب مر جائے تو وہ آزاد ہے"[17]

آقا یا کسی بھی دوسرے فرد کو یہ اجازت نہیں ہے کہ وہ باندی سے بچہ کو الگ کرے، نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے: "جو ماں اور اس کے بچے کے درمیان جدائی کرائے گا، قیامت کے دن اللہ اس کے اور اس کے محبوب کے درمیان جدائی ڈال دے گا۔[18]

اسلام میں عزل کی اجازت ہے لیکن اگر کوئی اس ڈر سے اپنی باندی سے عزل کرے کہ اُسے حمل نہ ٹھہرے تاکہ ام ولد نہ بن جائے تو اس عمل کو رسول اللہ ﷺ نے ناپسند فرمایا۔[19] کیوں کہ اس سے اس کا حق آزادی سلب ہوتا ہے۔

مکاتب

غلامی سے آزادی حاصل کرنے کا ایک طریقہ "مکاتبت" ہے، مکاتبت ایک معاہدہ ہوتا ہے جس میں غلام اپنے آقا سے کسی رقم وغیرہ کے عوض آزادی چاہتا ہے۔ اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ آقا ازخود غلام سے کہے کہ مجھے اتنی رقم دے دو تو تم آزاد ہو۔ معاہدہ طے پانے کے بعد غلام جب متعینہ رقم ادا کر دیتا ہے تو آزاد ہو جاتا ہے۔

اسلام چاہتا ہے کہ اس معاہدے میں غلام پر بوجھ زیادہ نہیں ڈالنا چاہئیے اور غلام کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ مالک کی بات کو رد نہ کرے۔ اب غلام کے اوپر منحصر ہے کہ وہ رقم کہاں سے حاصل کرتا ہے محنت مزدوری کرکے یا کسی کا تعاون حاصل کرکے وہ بدلِ کتابت آقا کے حوالے کرکے آزادی پائے اس بارے میں قرآن کریم نے غلام کے اس حق "مکاتبت" کو صاف اور واضح انداز میں تسلیم کرکے ارشاد فرمایا ہے:

وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا ۖ وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ ۭ[20]

اور تمہارے مملوکوں میں سے جو مکاتبت کی درخواست کریں، ان سے مکاتبت کرلو، اگر تمہیں معلوم ہو کہ ان کے اندر بھلائی ہے اور ان کو اس مال میں سے دو جو اللہ نے تمہیں دیا ہے۔

فقہاء کا اس مسئلے میں تھوڑا اختلاف ہے کہ اگر غلام "مکاتبت" کرنا چاہے تو آقا کے لیے اختیار ہوگا یا نہیں؟ ایک طبقہ نے درجہ بالا آیت کے الفاظ "كَاتِبُوْهُمْ" سے حکم کا وجوب مراد لیا ہے۔ دوسرے طبقے کے مطابق "فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا ۖ" بھلائی پانے کی شرط مالک کی رائے پر موقوف ہے، جو بہر حال وجوب کا درجہ نہیں رکھتا زیادہ سے زیادہ استحباب کے درجے میں ہے۔[21] لیکن جب ہم اسلامی تعلیمات میں غلاموں کی آزادی کے بارے میں ارشادات کو دیکھتے ہیں تو اسے واجب کا درجہ دینا قرین قیاس ہے۔

اسلامی ریاست اور مسلمانوں کی ذمہ داری بنتی ہے کہ کسی غلام کے اندر بھلائی موجود ہو اور اس کی آزادی پر اطمینان ہو اور

غلام بدلِ کتابت ادا کرنے کا لائق نہ ہو تو اس کی الگ سے مدد کی جائے اور زکوۃ وصدقات کی رقم بھی اس کی آزادی کے لیے اسے دی جائے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ[22]

(یہ صدقات تو دراصل فقیروں اور مسکینوں کے لیے ہیں اور ان لوگوں کے لیے جو صدقات کے کام پر مامور ہوں اور ان کے لیے جن کی تالیفِ قلب مطلوب ہو، نیز یہ گردنوں کے چھڑانے اور قرض داروں کی مدد کرنے میں اور راہِ خدا میں اور مسافر نوازی میں استعمال کرنے کے لیے ہیں۔

دوسری جگہ فرمایا:

وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ[23]

(اور اللہ کی محبت میں اپنا دل پسند مال رشتے داروں اور یتیموں پر، مسکینوں اور مسافروں پر، مدد کے لیے ہاتھ پھیلانے والوں پر اور غلاموں کی رہائی پر خرچ کرے۔

مدبّر

ایک طریقہ مدبر بنانے کا بھی ہے۔اس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ مالک غلام کو کہے جب میں مر جاو تو تم آزاد ہو۔اس صورت میں مالک کے فوت ہو جانے کے فورا بعد غلام خو بخود آزاد ہو جاتا ہے۔مدبر بنانے کے اُسے نہ تو فروخت کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی کسی کو ہبہ کیا جاسکتا ہے۔اسی طرح اگر درمیان میں مالک اپنی بات سے پھرنا چاہے تو اس کی بات قابل قبول نہ ہوگی،اور اگر کوئی دوسرا شخص اس معاملہ میں رخنہ ڈالتا ہے تو عدالت سے رجوع کرکے غلام آزادی حاصل کرسکتا ہے،اسی طرح مالک نے غلام کے کسی ایک حصہ کو 'مدبر' کیا تو بھی وہ کل شمار کیا جائے گا اور مالک کے مرنے کے بعد غلام آزاد ہو جائے گا،اسی طرح مشترک غلام میں اگر کسی نے اپنا حصہ معاف کردیا تو اب کل غلام آزاد سمجھا جائے گا۔ یہ آدمی بقیہ لوگوں کے حصے کا معاوضہ ادا کرکے غلام آزاد کرائے گا۔[24]

غلاموں کی آزادی پر اجر وثواب

اسلام میں غلاموں آزاد کرنا عنداللہ باعث اجر وثواب ہے۔اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے:

"وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ"[25]

(بلکہ نیکی یہ ہے کہ آدمی اللہ کو اور یوم آخر اور ملائکہ کو اور اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب اور اس کے پیغمبروں کو دل سے مانے اور اللہ کی محبت میں اپنا دل پسند مال رشتے داروں اور یتیموں پر، مسکینوں اور مسافروں پر، مدد کے لیے ہاتھ پھیلانے والوں پر اور غلاموں کی رہائی پر خرچ کرے۔ نماز قائم کرے اور زکوۃ دے۔

اور سورۃ البلد میں ارشاد ہے:

فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ﴿۱۱﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ﴿۱۲﴾ فَكُّ رَقَبَةٍ ﴿۱۳﴾ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ﴿۱۴﴾ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ﴿۱۵﴾ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ﴿۱۶﴾[26]

(مگر اس نے دشوار گزار گھاٹی سے گزرنے کی ہمت نہ کی اور تم کیا جانو کہ کیا ہے وہ دشوار گزار گھاٹی؟ کسی گردن کو غلامی سے چھڑانا، یا فاقے کے دن کسی قریبی یتیم یا خاک نشین مسکین کو کھانا کھلانا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جو شخص کسی مسلمان غلام کو آزاد کردے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر عضو کے بدلہ میں اس آزاد کرنے والے کے ہر عضو کو آتش دوزخ سے بچائے گا"۔

آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: ' جو غلام تم کو سب سے زیادہ محبوب ہو اور جو غلاموں میں سب سے اچھا ہو۔

قیدیوں اور غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید

اسلام نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ غلام تمہارے حسن سلوک کے محتاج ہیں۔ ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۝[27]

اور تم سب اللہ کی بندگی کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ، ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کرو، قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ اور پڑوسی رشتہ دار سے، اجنبی ہمسایہ سے، پہلو کے ساتھی اور مسافروں سے اور ان لونڈیوں اور غلاموں سے جو تمہارے قبضہ میں ہوں، احسان کا معاملہ رکھو، یقین جانو اللہ ایسے شخص کو پسند نہیں کرتا جو مغرور ہو اور اپنی بڑائی پر فخر کرے۔

غلاموں سے حسن سلوک کا ایک واضح مثال سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ہے کہ جب ان کے گھر والے لینے کے لیے آئے تو انھوں نے نبی کی محبت میں اپنے والدین کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔

آپ ﷺ نے مرض الموت کے وقت بھی صحابہ کرام کو نصیحت کرتے ہیں:

"نماز کو لازم پکڑو اور جو باندی اور غلام تمہارے قبضہ میں ہیں ان کے ساتھ معاملہ کرنے میں اللہ سے ڈرتے رہو۔"

غلام کو غلام کہہ کر نہ پکارا جائے

آپ ﷺ نے غلاموں کے لیے بڑے ہی خوب صورت القاب وضع کیے اور لوگوں کو اس پر عمل کرنے کی ہدایت فرمائی: "تم میں سے کوئی 'میرا غلام' یا میری 'باندی' نہ کہے اور نہ غلام 'میرا رب' کہے۔ مالک کو 'میرے بچے'، 'میری بچی' کہنا چاہیے اور غلام کو چاہیے کہ 'میرا سردار' یا 'سردارنی' کہے۔ کیوں کہ تم سب مملوک ہو اور رب تو سب کا اللہ تعالیٰ ہے۔

غلاموں کو مارنے کی ممانعت اور آزاد کر دینے کا حکم

بشری تقاضے کی بنیاد پر اگر کسی غلام سے غلطی سرزد ہو جائے تو انہیں سزا دینے کے بجائے معاف کر دینا چاہیے۔ نبی اکرم نے فرمایا:

"جب تم میں سے کوئی اپنے غلام کو مارے تو اللہ کو یاد کرلے"۔

سیدنا ابو مسعود رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کسی بات پر اپنے غلام کو مار رہے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: جتنا تم کو اپنے غلام پر قابو ہے، اللہ اس سے زیادہ تم پر قدرت رکھتا ہے۔آپ رضی اللہ تعالی عنہ کا بیان ہے کہ اس کے بعد میں نے اپنے غلام کو کبھی نہیں مارا۔ایک روایت میں ہے کہ ایک لونڈی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئی ۔اس کو اس کے مالک نے آگ سے جلا کر زخمی کر دیا تھا، آپ رضی اللہ تعالی عنہ نے اس کو آزاد کروا دیا۔

معاویہ بن سوید کی روایت میں ہے کہ میرے والد فرماتے تھے۔ ہمارے ہاں صرف ایک غلام تھا، ہم میں سے کسی نے اس کو مار دیا۔ رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا: اس کو آزاد کر دو۔ لوگوں نے عرض کیا اس کے سوا ہمارے پاس اور کوئی خادم نہیں ہے۔آپ نے فرمایا: اچھا، جب تک دوسرے خادم کا انتظام نہ ہو جائے اس سے کام لو، لیکن جیسے ہی انتظام ہو جائے اس کو آزاد کر دو۔

غلاموں کی غلطیوں کو معاف کر دینا بڑے ہی اجر کا کام ہے

سیدنا عبداللہ ابن عمر روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص حضور کی خدمت میں آیا اور دریافت کیا کہ ہم غلاموں کو کتنی بار معاف کر دیا کریں۔آپ اس کی بات سن کر خاموش رہے۔اس نے پھر کہا کتنی مرتبہ اسے معاف کریں، آپ اب بھی خاموش رہے۔جب اس نے تیسری بار یہی سوال کیا تو آپ نے فرمایا: "ہر روز ستر مرتبہ اسے اس کی غلطی پر معاف کر دیا کرو۔

آقا جو کھائے اور پہنے وہی اپنے غلاموں کو کھلائے پہنائے

حدیث میں اللہ کے رسول نے فرمایا: " تمہارے بھائی تمہارے خدمت گار ہیں، اللہ نے انہیں تمہارے ماتحت کر دیا ہے ، پس جس شخص کا بھائی اس کے ماتحت ہو، اسے چاہیے کہ جو چیز خود کھائے، اسی میں سے اسے بھی کھلائے اور جو پوشاک خود پہنے ویسا ہی اسے بھی پہنائے اور ان پر کوئی ایسا بوجھ نہ ڈالے جو ان کی طاقت سے زیادہ ہو اور اگر ان کی طاقت سے زیادہ کام لیا جائے تو پھر ان کی مدد کر دیا کرو۔

آپ نے یہ بھی فرمایا: "اور جو غلام تمہارے منشا کے مطابق ہو اس کو تم وہی کھلاؤ اور پہناؤ جو تم خود کھاتے اور پہنتے ہو اور جو غلام منشا کے برعکس ہو اس کو بیچ دو اور اللہ کے بندوں کو عذاب نہ دو۔

علماء کا اس بات پر بھی اجماع ہے کہ غلام کی طاقت سے زیادہ کام نہ لیا جائے اور اگر اس طرح کا بوجھ ڈالا جائے تو الگ سے اس کی مدد کر دی جائے۔

آپ کا یہ بھی ارشاد ہے"جب تم لوگوں میں سے کسی کا خادم اس کے لیے کھانا تیار کرکے لائے تو چوں کہ اس نے کھانے کی تیاری میں آگ کی گرمی اور دھوئیں کی تکلیف اٹھائی ہے، اس لیے اس کو اپنے ساتھ بیٹھا کر کھلانا چاہیے اور اگر کھانا کم ہو تو تب بھی اس کے ہاتھ پر ایک دو لقمے رکھ دینا چاہیے۔

غلاموں کے قتل پر قصاص

غلام کا ناحق قتل باعث قصاص ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ۙ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ ۙ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ؕ[28]

(توراۃ میں ہم نے یہودیوں پر یہ حکم لکھ دیا تھا کہ جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان، دانت کے بدلے دانت اور تمام زخموں کے لیے برابر کا درجہ ہے۔

ایک دوسرے مقام پر فرمایا گیا ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِصَاصُ فِی الْقَتْلٰی ؕ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ[29]

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تمہارے لیے قتل کے مقدموں میں قصاص کا حکم لکھ دیا گیا ہے، آزاد آدمی نے قتل کیا ہو تو اس آزاد ہی سے بدلہ لیا جائے گا اور غلام ہے تو غلام ہی کو قتل کیا جائے گا۔

نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے: جو شخص اپنے غلام کو قتل کرے گا ہم اس کو قتل کریں گے اور جو اپنے غلام کی ناک کاٹے گا ہم اس کی ناک کاٹیں گے۔[30]

ایک حدیث سے اس کی بہ خوبی وضاحت ہوتی ہے: جس نے اپنے غلام کو خصی کیا ہم اس کو خصی کریں گے۔[31]

اسی بنا پر فقہائے احناف کہتے ہیں کہ حر کو عبد کے بدلے میں اور عبد کو حر کے بدلے میں قتل کیا جائے گا۔[32]

مالک کا باندی سے استمتاع:

اسلام نے باندیوں کے رکھنے اور اس سے استمتاع کرنے کے سلسلے میں کوئی تحدید نہیں رکھی ہے، یہ آزادی اسلام کی مصلحت پر مبنی ہے، قیدیوں کی تعداد ہزاروں میں ہوتی ہے، ان میں لڑکیوں اور عورتوں کی تعداد بھی خاصی ہوتی ہے، اسلام انھیں یک لخت قتل کرنے کی اجازت نہیں دیتا، اب غور کیا جائے کہ لونڈیوں کے رکھنے یا اس سے تمتع حاصل کرنے کی تحدید کر دی جاتی تو باقی کے بھی جذبات وخواہشات ہیں، ان کی تکمیل کے لیے وہ اِدھر اُدھر تاک جھانک کرتیں، اس سے معاشرہ میں مزید برائی پھیلتی؛ اس لیے اسلام نے معاشرہ کو پاک وصاف رکھنے کے لیے صرف ان کے مالکوں کو ہی حکم دیا کہ ان سے چاہو تو تمتع کرو، یا انھیں آزاد کر کے اپنے نکاح میں رکھ لو، یا پھر ان کی شادی کسی دوسری جگہ کر دو"

اسلام نے غلامی پر اصرار نہیں کیا ہے

اسلام غلامی پر کبھی اصرار نہیں کیا بلکہ حتی الامکان اس کی آزادی اور رہائی پر ہی زور دیا ہے، وہ کسی طرح سے بھی آزادی حاصل کرنے میں ناکام ہو تب ہی اسے غلام بنایا جائے، قید کے دنوں میں یا غلام بنانے کی صورت میں اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، ان سے کسی قسم کی بد سلوکی نہیں کی گئی اور نہ انھیں کسی طرح کی اذیت اور تحقیر وتذلیل کا نشانہ بنایا گیا؛ بلکہ اس کے بجائے ان کی کھوئی ہوئی آزادی بہ حال کرنے کی راہ نکالی گئی اور اس کے لیے شرط یہ رکھی گئی کہ وہ آزادی کے بعد اس کے تقاضوں سے عہدہ برآ ہونے کی قابلیت رکھتے ہوں، چنانچہ ان میں سے بعض لوگ ایسے تھے جو مسلمانوں کی قید میں آنے سے قبل کئی نسلوں سے غلام در غلام چلے آرہے تھے، یہ لوگ غلاموں کے اس گروہ سے تعلق رکھتے تھے، جن کو ایرانی اور رومی سلطنتیں دوسرے ملکوں سے پکڑ لاتی تھیں اور پھر انھیں مسلمانوں کے خلاف لڑنے کے لیے محاذِ جنگ پر بھیج دیتی تھی۔[33]

اسلام نے غلامی کو بالکل ختم کیوں نہیں کیا؟

اسلام نے جاہلیت کے مذموم عناصر کو کالعدم کر دیا اور اس کی جگہ نیا اور آفاقی ضابطۂ حیات نافذ کر دیا، یہاں اسلام نے جاہلیت کی اس غیر منصفانہ طریقے کو اولِ وہلہ میں ہی کیوں نہ ختم کر دیا؟۔ یہ بات بہ خوبی واضح ہے کہ اسلام نے بالکل ابتدائی

دنوں میں ہی اس لعنت کو ختم کر دیا، مگر چوں کہ حالات ایسے تھے کہ اس کا نفاذ اتنی جلد ممکن نہ تھا۔اس کو دور کرنے کے دو ہی طریقے ہو سکتے تھے، یا تو ایک ڈاکٹر کی طرح چاقو سے اسے کاٹ کر پھینک دیا جائے، یا اندرونی صفائی سے اسے ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا جائے،اسلام نے دونوں ہی طریقے استعمال کیے، لیکن دوسرے طریقے کی طرف زیادہ توجہ دی،اور فوری طور پر تمام غلاموں کو ایک ہی وقت میں آزاد کرانے پر زور اس لئے نہیں دیا کہ جو لاکھوں انسان اپنے آقاؤں کے رحم و کرم پر پل رہے تھے قوم کی حیاتِ اجتماعی پر ایک ہولناک بوجھ بن کر رہ جاتے اس لیے اگر ایک بے صبرے طبیب کی طرح جلد بازی کے ساتھ اس پھوڑے کو کاٹ کر پھینک دینے کی کوشش کی جاتی تو بیمار انسانیت کی جان کے لالے پڑ جاتے،اس کے علاوہ فی الفور ایسا کرنے میں خود اسلام کو جو خطرہ درپیش ہو سکتا تھا وہ اس پھوڑے کے کاٹنے سے بھی زیادہ بھیانک ہوتا[34]۔ چنانچہ اسلام نے اس کے وجود کو اس وقت تک برداشت کیا جب تک حالات مکمل خاتمے کے لیے سازگار نہ ہوگئے اور ساری دنیا کے لوگ جنگی قیدیوں کے متعلق ایک مشترکہ لائحۂ عمل پر متفق نہ ہو گئے۔[35]

اسلام نے غلاموں کو سماج کا معزز فرد بنا دیا

اسلام نے غلاموں کے جو حقوق متعین دیے،اس کے نتیجے میں سماج کے اس مظلوم طبقہ نے اپنی استعداد اور صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر اور اپنے آقا کی شفقت و توجہ سے سماج میں بڑا اونچا مقام حاصل کیا،ان کے سامنے علم و ہنر کے حصول کے لیے زانوئے تلمذ تہ کیا،ان کی امامت میں نمازیں ادا کیں، شرعی معاملات میں ان کے فیصلے کو تسلیم کیا، جنگوں میں ان کے جھنڈے تلے ملکوں کو فتح کیا، یہاں تک کہ انہوں نے حکومت و سیادت بھی کی۔ان میں بہت سے صحابہ رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین بھی ہیں تو بڑی تعداد میں تابعی اور تبع تابعی بھی، بہت سے محدث ہیں تو اچھے خاصے مفسرین بھی ہیں؛اسی طرح علماء وفقہا کی فہرست میں یہ بڑی تعداد میں نظر آتے ہیں۔[36]

گویا کہ اسلام نے آزاد اور غلام میں کوئی فرق ہی نہ رہنے دیا۔آپ ﷺ نے اپنے غلام زید بن حارثہ رضی اللہ تعالی عنہ کے ہاتھوں میں بعض جنگوں کی قیادت سونپی،ان کے بیٹے اسامہ بن زید کو اپنی گود میں کھلایا اور ان کی پرورش و پرداخت میں حد درجہ تعاون کیا، بلال حبشی رضی اللہ تعالی عنہ کو موذنِ رسول کا خطاب ملا، سلمان فارسی، صہیب رومی، سالم مولی اور دوسرے بہت سے غلام صحابہ رضی اللہ تعالی عنہ کی آپ نے جو حوصلہ افزائی کی دنیا اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے، باندیوں کے ساتھ آپ نے حد درجہ لطف و مہربانی کا معاملہ فرمایا،ان کی عزت و عصمت کو سماج میں محفوظ کیا،اب کوئی اسے روپے کمانے کی مشین نہیں بنا سکتا اور نہ کوئی ان پر نگاہِ بد ڈال سکتا ہے، قرآن، حدیث اور فقہ کی کتابوں کا بہ غائر مطالعہ کرنے سے یہ بات مزید واضح ہو جاتی ہے،اسلام نے کتنی دیانت داری اور انصاف کو ملحوظ رکھ کر ان کے حقوق کو متعین کیا ہے،بہ قول سید امیر علی:

> اسلام میں آج کا غلام کل کا وزیر اعظم ہوتا ہے، وہ کسی چہ می گوئیوں کے بغیر اپنے آقا کی بیٹی سے شادی کر سکتا ہے اور خان دان کا سر براہ بن سکتا ہے،غلاموں نے سلطنتوں پر حکومت کی ہے اور شاہی خان دانوں کی بنا ڈالی ہے، محمود غزنوی غلام زادہ تھا۔ قطب الدین ایبک دہلی کا پہلا مسلمان بادشاہ اور اس اعتبار سے ہندوستان میں اسلامی حکومت کا اصلی بانی ایک غلام تھا،اسلام میں جس غلامی کی اجازت تھی، وہ اس غلامی سے کوئی مشابہت نہ رکھتی تھی جو کل تک دنیائے عیسائیت میں رائج تھی یا امریکہ میں ۱۹۶۵ء تک رائج تھی، جب کہ ایک مذہبی جنگ نے اس لعنت کا خاتمہ

کر دیا۔[37]

بعض دانش ورانِ مغرب کا اعتراف

مغربی مفکرین کی کتابوں کا مطالعہ کرتے وقت معلوم ہوتا ہے کہ حد درجہ بغض رکھنے کے باوجود وہ اسلام کی اس خصوصیت کا اعتراف کرنے پر مجبور ہوئے ہیں جیسا کہ 'جان ڈنبرگ' لکھتا ہے: "اسلام میں غلاموں کے لیے بہتیرے قواعد رکھے گئے ہیں، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ محمد اور ان کے پیرو کس قدر شریفانہ انسانی شعور واحساس رکھتے تھے، ان قواعد کا مطالعہ کرنے کے بعد تم دیکھو گے اسلام کی خوبیاں ان تمام طریقوں کے مناقض ہیں جن کو ہمارے زمانہ تک بڑی بڑی مدعیانِ تہذیب و تمدن قومیں اختیار کرتی رہی ہیں؛ ہاں اسلام نے غلامی کے اس رواج کو فنا نہیں کیا جو دنیا میں پھیلا ہوا تھا؛ لیکن اس نے غلام کی حالت بہتر بنانے کی بڑی کوشش کی ہے[38]۔

'ڈاکٹر مارکس ڈاؤس "کے مطابق:

> محمد بہت شفیق اور رحم دل شخص تھے اور بلاشبہ آپ کا یہ منشا تھا کہ غلاموں کی حالت میں اصلاح کریں، اگر آپ فی الفور غلامی کی آزادی کا خیال کرتے تب بھی اس کو عمل میں لانا غالبا ناممکن پاتے، لیکن آپ نے 'انما المؤمنون اخوۃ' کا اعلان کرکے بہ تدریج اس مقصد کے حاصل کرنے کے لیے ایک ایسا یقینی ذریعہ سوچا، جو آپ کے اختیار کے مطابق سب سے بہتر ذریعہ تھا، اس کے ساتھ ہی آپ نے موجودہ غلاموں سے نیک برتاؤ کی ہدایت فرمائی، اس بارہ میں آپ کی آخری نصیحت ایسی اہم اور وقیع ہے کہ اس سے قطع نظر نہیں کی جاسکتی، آپ نے فرمایا: 'اب رہے تمہارے غلام تو دیکھو جو تم کھاتے ہو وہی ان کو کھلاؤ، جیسا کپڑا تم پہنتے ہو ویسا ہی ان کو پہناؤ، اگر وہ کوئی ایسا قصور کریں جو تم معاف نہیں کرسکتے تو انھیں فروخت کردو؛ کیوں کہ وہ خدا کے بندے ہیں اور انھیں ایذا نہیں دینی چاہیے، لوگو میری بات سنو! اور اسے خوب سمجھ لو کہ مسلمان بھائی بھائی ہیں، تم سب مساوی ہو اور تم سب ایک برادری ہو۔' اس بات کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ آپ کی تلقین کردہ انسانی مساوات کی عملی مثالیں تو بعض ممالک میں نظر آتی ہیں، لیکن افسوس ہے کہ عیسائی ملکوں میں اس پر عمل نظر نہیں آتا، حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ اپنے اونٹ کی نکیل پکڑے ہوئے نکلتے ہیں اور ان کا غلام اونٹ پر سوار ہے، پیغمبرِ اسلام کی جگر گوشہ حضرت فاطمہ اپنی باندی کے ساتھ چکی پیستی نظر آتی ہیں، یہ وہ نمونے ہیں جن میں آپ کی تعلیم کی مکمل مثال ملتی ہے۔[39]

'موسیو لیبان' لکھتا ہے:

> غلامی کا لفظ جب اس یورپین شخص کے سامنے بولا جاتا ہے جو امریکن ناولوں اور روایتوں کے پڑھنے کے عادی ہیں، جن کا سلسلہ تیس سال سے جاری ہے تو اس کے ذہن میں فورا تصور پیدا ہوتا ہے ان غریبوں کا جو زنجیروں میں بندھے ہوئے ہوں اور ان کو کوڑے برسائے جارہے ہوں اور پھر ان بے چاروں کو بقائے حیات کے لیے کافی غذا نہ ملتی ہو اور رہنے کے لیے انھیں تیرہ و تار کوٹھریاں نصیب ہوئی ہوں، مجھ کو اس سے بحث نہیں کہ یورپ میں جو غلام ہیں ان پر یہ تمام باتیں صادق آتی ہیں یا نہیں؛ لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اسلام میں غلاموں کا جو تصور ہے، وہ عیسائیوں کے غلاموں کے تصور سے بالکل مختلف ہے[40]۔

خلاصۂ بحث:

اسلام نے دنیا کو جو آفاقی نظام دیا اس میں غلاموں کے بارے میں حکمت بھرا قانون بھی ہے جس میں اتنی لچک اور وسعت رکھی گئی ہے کہ نام کی غلامی رہ گئی ورنہ اُن کے سارے حقوق آزاد انسانوں سے کسی بھی صورت کم نہیں غلام اپنے مالک کی ماتحتی میں بغیر کسی فکر اور خوف کے زندگی گزارتے اور اپنی خدمات سے معاشرہ کے لیے کار گر ثابت ہوتے۔ آقا بھی اُن کی ضرورت اور اہمیت کو سمجھ کر ان کے ساتھ حسن سلوک کرتے جس کے بدلے غلام بھی انھیں اپنا محسن سمجھ کر ان کی عزت کرتے۔غلام جب اور جہاں چاہتے اُن پر کوئی روک ٹوک نہیں تھی اُن کی غلطیوں پر اُنہیں تیز اور کڑکتی دھوپ میں پتھروں پر لٹا کر زدو کوب نہیں کیا جاتا تھا اور نہ ان کی اولاد کو غلام بنایا جاتا تھا۔اسی طرح اُن کے حرم پر بری نگاہ ڈالنی کی ممانعت تھی مال وجائداد رکھنے اور اس میں اپنی مرضی سے تصرف کرنے کے مکمل اختیار رکھتے تھے۔کوئی انسان حتی کہ ریاست بھی اس پر اپنا حق ہر گز نہیں جتا سکتا تھا، کسی بھی معزز گھرانوں میں شادی کر سکتے تھے۔ کسی بھی دعوت میں شریک ہو سکتے اور کسی بھی فرد کو اپنے یہاں کسی کو مدعو کر سکتے تھے۔ تعلیم وتربیت اُن کی بنیادی حق تصور کی جاتی تھی، کسی طرح کی زیادتی کی صورت میں اسلامی عدالت سے رجوع کر سکتے اور انصاف حاصل کر سکتے تھے، بیماری کی صورت میں مالک اور دوسرے معزز لوگ اس کی عیادت کرنے میں ذلت محسوس نہیں کرتے تھے۔ خود قرآنِ کریم غلاموں کا کتنا خیال رکھتا ہے، آپ ﷺ نے اپنی پھوپھی زاد بہن سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے ایک آزاد غلام سیدنا زید رضی اللہ عنہ کی شادی کرائی، دنیا کے کسی بھی دین اور مذہب نے غلاموں کے اتنے حقوق تسلیم نہیں کیے ہیں جتنا کہ اسلام نے اُنہیں دیے ہیں۔ایک انسان ہونے کے ناطے اُن کو جس چیز کی ضرورت تھی ،اسلامی تعلیمات کی وجہ سے اُنہیں مل گیا۔اب جو لوگ (چاہے دنیا کے کسی بھی مذہب یا علاقے سے اُن کا تعلق ہو) اسلام پر غلامی کے آڑ میں اعتراضات کرتے اور اسلامی تعلیمات کی شکل بگاڑنے کی کوشش کرتے ہیں، یہ صرف اُن کی بد دیانتی ہی ہے؟ اس کے باوجود غلاموں کے حوالے سے جب اُن کے ماضی قریب تک کے زمانے اور عمل کو دیکھا جائے، تو انسان کا سر شرمندگی سے جھک جاتا ہے کہ اُن کا رویہ غلاموں کے حق میں بڑا ہی بد ترین رہا ہے، کہ باوجود آزادی حاصل کرنے کے ان لوگوں نے غلاموں کو سکون سے رہنے نہیں دیا، طرح طرح کی پابندیاں لگا کر انھیں جانوروں کے مقام تک پہنچا دیا، جس سے نجات حاصل کرنے کے لیے انہوں نے آزادی حاصل کی تھی، جیتے جی تو وہ انسانوں کی انسانیت سوزی کے مورد بنتے ہی تھے، مر کر بھی ان کے نصیبوں میں ابدی عذاب ہوتا تھا؛ کیوں کہ جس شخص نے خود کشی کی ہو وہ ملعون ترین گناہوں میں شمار کیا جاتا تھا اور اسے گز بھر زمین کا حق بھی نہ پہنچتا تھا، اتنا بھی بہت تھا کہ آدھی رات کے اندھیرے میں اس کی لاش چوری چھپے کسی ناپاک زمین میں داب دی جاتی تھی اور اس کے سینے میں ایک کھونٹا گار دیا جاتا تھا؛ تاکہ دوسروں کو تنبیہ ہو[41]۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حواشی وحوالہ جات

[1] ابن منظور، جمال الدین محمد بن مکرم، لسان العرب، مادہ ع ب د، ص: ۲۷۷۶، دار المعارف، قاهره، ۱۱۱۹

Ibn-e-Manẓūr, Jamāl al-Dīn Muḥammad bin Mukarrum, Lisān al-'rab, Mādat: 'yn, Bā, Dāl,(Dār al-M'ārif, Cario, 1119) p:2776

[2] پورا نام ابو بشر عمرو بن عثمان ہے، سیبویہ کے نام سے مشہور ہیں۔ ۱۴۸ھ/۷۶۵ء کو ایران میں پیدا ہوئے۔ بصرہ میں پرورش پائی۔ شروع میں حدیث پڑھتے تھے بعد میں علم النحو کے امام بن گئے۔ ۱۸۰ھ/۷۹۶ء کو شیراز کے ایک بستی بیضاء میں انتقال کر گئے۔ (خطیب بغدادی، احمد بن علی، تاریخ بغداد، ج:۶، ص:۲۱۷)

Khaṭīb Baghdādī, Aḥmad bin 'lī, Tārīkh Baghdād, Vol:06,p:217

[3] لسان العرب، مادہ ع ب د، ص:۲۷۷۶

Lisān al-'arab, Mādat: 'yn, Bā, Dāl, p:2776

[4] آخری مستند متن، عالمی منشور برائے انسانی حقوق، محکمہ اطلاعات عامہ، اقوام متحدہ، نیو یارک opi/15-15377-june1965

Final Authoritative Text, Universal Declaration of Human Rights, Department of Public Information, United Nations, New York, opi/15-15377-june1965

[5] النساء ۴:۲۴

Al-Nisā,, Verse:24

[6] المؤمنون ۲۳:۶

Al-Mū,minūn, Verse: 06

[7] یونس ۱۰:۱۵

Yoūnas, Verse:15

[8] ایضاً

Ibid

[9] ایضاً

Ibid

[10] ایضاً

Ibid

[11] ایضاً

Ibid

[12] زاہد الراشدی، اسلام اور انسانی حقوق، ص:۶۹، ۷۰

Zāhid al-Rāshdī, Islām aur Insānī Ḥaqūq, pp:69-70

[13] بخاری، کتاب البیوع، باب اثم من باع حرا، رقم:۲۲۲۷

Bukhārī, Kitāb al-Boyū', Bāb Ithm Man Bā'a Ḥurran, Ḥadīth No.2227

[14] محمد ۴۷:۴

Muḥammad, Verse:4

[15] اسلام اور انسانی حقوق، ص:۷۲

Islām aur Insānī Ḥaqoūq, p:72

[16]نفس مصدر

Ibid

[17]امام، مالک بن انس، موطا، کتاب العتق والولاء، باب امہات الاولاد وجامع القضا فی العتاقۃ

Imām Mālik bin Anas, Mū,aṭṭā Imām Mālik , Kitāb al-'tq wa al-Walā,, Bāb Ummahāt al-Awlād wa Jām' al-Qaḍā fī al-'tāqat

[18]حنبل، احمد بن حنبل، مسند امام حنبل، ج:۵، ص: ۴۱۳، ۴۱۴

Ḥanbal, Aḥmad bin Ḥanbal, Musnad Imām Aḥmad, Vol:05,pp:413-414

[19]ترمذی، ابو عیسی محمد بن عیسی، کتاب السیر، باب ماجآء فی کراہۃ التفریق بین السبی

Tirmdhī, Abū 'īsā Muḥammad bin 'īsā, Kitāb al-Siyar, Bāb Mā Jā,a fī Karāhat al-Tafrīq Byn al-Saby

[20]النور ۳۳:۲۴

Al-Noūr, Verse:33

[21]ابن کثیر، اسماعیل بن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ج:۳ص:۳۸۱

Ibn-e-Kathīr, Ismā'īl bin Kathīr, Tafsīr al-Qurān al-'ẓīm, Vol:03,p:381

[22]التوبہ۶۰:۸

Al-Tawbat, Verse:60

[23]البقرہ۱۷۷:۲

Al-Baqarat, Verse: 177

[24]بخاری، کتاب الشرکہ، باب تقویم الاشیاء بین الشرکاء بصحۃ عدل

Al-Baqarat, Kitāb al-Shirkat, Bāb Taqwīm al-Ashyā, byn al-Shurakā,i beṣiḥḥat-e-'adal

[25]البقرہ۱۷۷:۲

Al-Baqarat, Verse: 177

[26]البلد۹۰ :۱۱تا۱۶

Al-Balad, Verses:11-16

[27]النساء۳۶:۴

Al-Nisā,, Verse: 36

[28]المائدہ۴۵:۵

Al-Mā,idat, Verse: 45

[29]البقرہ۱۷۸:۲

Al-Baqarat, Verse: 178

[30]ابو داؤد، سنن ابی داؤد، کتاب الدیات، باب من قتل عبدہ او مثل بہ ایقاد منہ

Abū Daūd, Sunan Abī Daūd, Kitāb al-Diyāt, Bāb Man Qatala 'bdahu aw muthila bihi iīqādam Minho

31 نفس مصدر

Ibid

32 جصاص، احمد بن علی، احکام القرآن، ج:۱، ص: ۱۵۷

Jaṣṣāṣ, Aḥmad bin 'ly, Aḥkām al-Qurān, Vol:01,P:157

33 اسلام اور جدید ذہن کے شبہات، ص:۹۶

Islām awr Jadīd Dhehn kay Shubhāt, p:96

34 ابو سعید بزمی، تاریخ انقلاب عالم، ص:۱۱۵

Abū Sa'īd Bazmī, Tārīkh Inqilāb 'ālam, p:115

35 اسلام اور جدید ذہن کے شبہات، ص:۸۸،۸۹

Islām awr Jadīd dhehn ky Shubhāt, p:88-89

36 مولانا سعید اکبر آبادی، غلامان اسلام، ص: ۷۲

Mowlānā Sa'īd Akbar Ābādī, Ghulāmān-e-Islām, p:72

37 روح اسلام، ص: ۴۱۳

Roūh-e-Islām, p:413

38 مولانا سعید اکبر آبادی، اسلام میں غلامی کی حقیقت، ص: ۲۰۷

Mowlānā Sa'īd Akbar Aābādī, Islām mai Ghulāmī kī Ḥaqīqat, p:207

39 نفس مصدر ص: ۲۱۳، ۲۱۴

Ibid, pp:213-214

40 نفس مصدر، ص: ۲۰۲

Ibid, pp:202

41 روح اسلام، ص:۴۲۱

Roūh-e-Islām, p:421